کرنل مسعود احمد ایک منفرد مزاح نگار

روبینہ اللہ دتہ

Rubina Allah Ditta

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Col. Masood Ahmad is a unique humorous. His writing is a multifarious of literature and journalism. His book "Qalam Aur Kory" is the witness of his art. Although his writing presents the socio economic status of the country but there is a huge of literature. He used to poetry in his prose which is an attractive element. Every reader enjoys with his writing. In this article, the art and thought of Col. Masood Ahmad are discussed.

اردو ادب میں صحافتی ادب کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔کرنل مسعود احمد صحافت کی دنیا کا ایک منفرد نام ہے۔ان کا شمار صحافتی مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔انھوں نے زیادہ تر طنزیہ اور مزاحیہ قسم کے کالم لکھے اور انہی منتخب کالموں کو ایک کتابی شکل میں ''قلم اور کوڑے'' کے عنوان سے پیش کیا ہے۔

کرنل مسعود کے ہاں مزاح کے ساتھ ساتھ طنز بھی ملتا ہے۔گرچہ اُن کی اکثر تحریریں ملک کے سیاسی وسماجی حالات کی ترجمان ہوتی ہیں مگر ان میں ادب کی چاشنی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔جا بجا متعدد مقامات پر اشعار کا استعمال ان کے ادبی ذوق کا آئینہ دار ہے۔کرنل مسعود کے موضوعات ہمارے معاشرے کے کسی نہ کسی زندہ پہلو سے تعلق رکھتے ہیں۔ہر ادیب یا شاعر کا طنز و مزاح کے متعلق اپنا ایک مخصوص نظریہ ہوتا ہے۔کرنل مسعود زندگی کی کثافت کو اپنے فن کی لطافت سے پیش کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔مزاحیہ انداز بیان ان کی تحریروں کا خاصا ہے۔عام سی بات کو بھی اس قدر خوب صورت الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔کتاب کی ترکیب استعمال کے بارے میں وہ اپنی تصنیف کے شروع میں یوں گویا ہوتے ہیں:

> ''کتاب کے کئی استعمال ہو سکتے ہیں۔یہ پیپر ویٹ کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے اور ضربِ خفیف پہنچانے کے لیے کندھا را آلے کے طور پر بھی۔''(۱)

کتاب کے ایک اور استعمال کے بارے میں بتاتے ہیں:

> ''قلم اور کوڑے'' جیسی کتاب کا ایک مصرف یہ بھی ہوتا ہے کہ آپ اسے کسی ایسے شخص کو تحفے کے طور پر دے سکتے ہیں جسے آپ پسند نہیں کرتے لیکن جسے کوئی تحفہ دینا ضروری ہو۔''(۲)

مسعود احمد کاغذ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بڑے شگفتہ انداز میں تحریر کرتے ہیں:

''اگر کاغذ ایجاد نہ ہوتا تو انسان کے علم کی مقدار کیا ہوتی ؟'' (۳)

مسعود احمد کی کتاب ''قلم اور کوڑے'' میں شگفتہ اور خالص مزاح کی مثالیں جا بجا ملتی ہیں جن کو ایک عام سطح کا قاری بھی پڑھ کر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ 'مرزا غالب' کے شعروں کو موضوع بناتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مرزا غالب ایک جگہ منہ بسورتے ہوئے کہتے ہیں کہ شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا۔ مجھے جناب آپ سے کس نے کہا تھا کہ اپنی اچھی بھلی ''گونا بے خودی'' کو چھوڑ کر آپ انتخاب کرنے بیٹھ جائیں اور پھر ایسا انتخاب جس سے کوئی مثبت نتیجہ حاصل کرنے کے بجائے آپ رسوائی مول لے لیں۔'' (۴)

مسعود احمد خاں سیاست میں گہری دل چسپی لیتے ہیں۔ اُن کی کتاب، قلم اور کوڑے اس بات کا بیّن ثبوت پیش کرتی ہے۔ وہ نہایت بے باکانہ انداز سے مختلف سیاسی پارٹیوں، حکومت اور مارشل لا پر طنز کرتے ہوئے بڑے لطیف انداز میں لکھتے ہیں:

''الوداع اے مارشل لاء الوداع'' (۵)

مزید لکھتے ہیں:

''چلیے مارشل لا بھی گیا اسے ایک روز جانا ہی تھا۔ ہر چیز یہاں کی آنی دیکھی بڑے بڑے ولی پیغمبر چلے گئے۔ بڑے بڑے بادشاہ فنا ہو گئے۔ مارشل لاء بیچارہ کس شمار قطار میں آتا ہے۔ مارشل لاء میں بڑی برائیاں ہوں گی۔ اس دنیا میں آخر کس کی ذات عیب سے مبرا ہے لیکن مرے ہوئے کے عیب کھنگالنا ہماری تہذیب میں روا نہیں سمجھا جاتا۔ ہو سکے تو جانے والے کی خوبیاں یاد کرنی چاہیے اور کون کہہ سکتا ہے کہ مارشل لاء سے کسی کو فیض نہیں پہنچا۔'' (۶)

مارشل لاء کی وجہ سے لیڈروں کو مزید اقتدار میں رہنے کا موقع مل جانا غنیمت ہے ورنہ حالت کچھ یوں تھی:

ہے بجھنے کو اب لیڈری کا چراغ
کہ بتی ہے تھوڑی سی اور تیل ختم (۷)

کرنل مسعود کی سیاست کے ساتھ خاصی دل چسپی دکھائی دیتی ہے۔ وہ وزرا کی بھاری ذمہ داریوں کا ذکر خاصے دل چسپ اور دل موہ لینے والے انداز میں کرتے نظر آتے ہیں:

''وزیری سے ہم اس لیے گھبراتے ہیں کہ وزیروں کو افتتاح بہت کرنے پڑتے ہیں اور ہر افتتاح کا مطلب ہے کہ اس کے ساتھ ایک تقریر بھی کرنی پڑے گی اور قوم کا یہ حال ہے کہ نان بائی نیا تنور نہیں لگاتا جب تک کسی وزیر سے اس کا افتتاح نہ کرا لے چنانچہ ہم وزیری کو دور ہی سے سلام کرتے ہیں۔'' (۸)

مزاح کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک مجلسی چیز ہے۔ تعلیمی زندگی شگفتہ نگاری کے لیے اس لیے موزوں ہوتی ہے کہ اس میں بہت سے ایسے لوگ ایک جگہ، جو عام طور پر مختلف گھرانوں اور دور دراز سے مقامات سے آئے ہوتے ہیں جمع ہو جاتے ہیں۔ ان تمام کے جمع ہونے سے طبیعت میں شگفتگی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے اور یہی عنصر مزاح نگاری کی طرف مائل کرتا ہے۔

اسی وجہ سے انسانی زندگی رومانیت کی چاندی میں نہائی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔مزاح نگاری کے مختلف حربوں میں سے ایک حربہ لطائف سے مزاح پیدا کرنے کا ہے۔کرنل مسعود بھی اکثر مقامات پر دل چسپ اور مزاحیہ لطائف سنانے کا انداز اختیار کیے ہوئے ملتے ہیں۔مثال کے طور پر اقتباس ملاحظہ کریں:

> ''یہ تو آپ جانتے ہی ہیں، کہ رومن بادشاہ عیسائیوں کو بھوکے ببر شیروں کے سامنے ڈال کر ان کے تِکا بوٹی ہونے کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ایک روز اکھاڑہ جما ہوا تھا۔عیسائی کو بیچ میں چھوڑا جا چکا تھا۔شیر کا پنجرہ کھُلا اور شیر دھاڑتا ہوا عیسائی پر لپکا، عیسائی نے پھُدک کر کے کان میں کچھ کہا جسے سُن کر شیر کا منہ مرجھا گیا، اور سر نیچا کیے پنجرے کی طرف چل دیا۔ رومن بادشاہ بہت حیران ہوا۔عیسائی کو بلا کر اس نے کہا چلو تمھاری جان بخشی ہم نے کر دی لیکن یہ بتاؤ کہ شیر کے کان میں تم نے کیا پھونکا تھا کہ وہ تمھیں چھوڑ کر دم دبائے وہاں سے ٹل گیا۔عیسائی نے کہا میں نے اس کے کان میں اتنی سی بات کہی تھی کہ مجھے کھا لو، لیکن اتنا یاد رکھو کہ ڈنر کے بعد تقریر بھی کرنی ہوتی ہے۔''(۹)

مصنف کی تحریروں میں مزاح کے ساتھ ساتھ طنز کی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔مسعود احمد کے طنز کرنے کا انداز اتنا لطیف ہے کہ قاری کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا اور قاری ان کے طنز سے بھی اُسی طرح لطف اندوز ہوتا ہے جس طرح مزاح سے ہوتا ہے۔مسعود احمد طنز کو مزاح کی چاشنی میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں جس سے اس کی نشتریت اور چُبھن کا احساس حساس طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔وہ بڑے شگفتہ انداز میں انگریزوں سے مستعار لی ہوئی رسومات میں سے ایک کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں:

> ''برتھ ڈے کی لعنت انگریز چھوڑ گیا ہے۔ برتھ ڈے انھی گھروں میں منائے جاتے ہیں۔ جہاں انگریزی بولی جاتی ہے جن گھرانوں کے بچوں کو نرسری رائمز''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو جیسے گانے غلط سلط آتے ہوں اور چونکہ نرسری رائمز الاپنے والے بچوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔اس لیے برتھ ڈے اب ان گھرانوں میں بھی پھیلتا جا رہا ہے جو پہلے ہنسی خوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔''(۱۰)

مسعود احمد مسلمانوں کی آپس میں نا اتفاقی پر بھی کڑھتے اور نالاں نظر آتے ہیں۔اُنھیں مسلمانوں کے مذہبی تہواروں کو مختلف علاقوں میں مختلف دنوں میں منانے پر دُکھی نظر آتے ہیں اور ان الفاظ میں مذمت کرتے ہیں جبھی تو لکھتے ہیں:

> ''آئینی فارمولے پر سب جماعتوں کا سمجھوتا ہمیں تو اتنا اچھا شگون نظر آتا ہے کہ طرح طرح کی اُمیدیں دل میں پیدا ہونے لگی ہیں۔مثلاً یہ توقع بھی ہو چلی ہے کہ اس مرتبہ عید کے چاند پر بھی پورے ملک کا سمجھوتا ہو جائے گا اور پورا پاکستان ایک ہی روز عید منانے لگے گا۔''(۱۱)

مسعود احمد تاجروں کے بارے میں ناخوش دکھائی دیتے ہیں۔اُنھیں اس بات کا قلق ہے کہ آئے روز تاجر برادری اشیاء کے نرخ بڑھانے کا مطالبہ کرتی نظر آتی ہے۔وہ اس سنجیدہ معاملے کو اتنے پُر لطف اور شگفتہ انداز میں بیان کرتے ہیں کہ

قاری مُسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا، لکھتے ہیں:

''حکومت کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ضروری چیزوں کی قیمتوں کو قابو میں لانے کے لیے حکومت مؤثر اقدام کرے گی۔ اس خبر پر ہمیں دوہری خوشی ہوتی ہے۔ ایک تو مؤثر اقدام کی خوشی کیونکہ قیمتیں قابو میں نہ ہوں تو یہ بڑی تیزی سے آسمان کی طرف منہ کر لیتی ہیں اور آپ نیچے کھڑے رہ جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قیمتیں کشش ثقل سے آزاد ہیں اور آپ کشش ثقل کے پابند ہیں۔ جب قیمتیں بہت تیزی سے آسمان کی طرف اڑتی جاتی ہوں تو آپ خواہ مخواہ ان کی طرف تکنے لگتے ہیں۔ اگر کبھی نیچے بھی آ جائیں تو ٹھیک ہے۔ آپ نے کبھی اوپر دیکھا اور کبھی نیچے۔ لیکن اگر یہ اوپر ہی چڑھتی جائیں تو انھیں تکتے تکتے گردن بہت تھک جاتی ہے۔ انھیں قابو میں لانے کے لیے حکومتی اقدام اگر واقعی مؤثر ہو گئے تو ہم پھر گردن نیچے کرنے کے قابل ہو جائیں گے، اس سے کتنا آرام ہو جائے گا۔''(۱۲)

اس اقتباس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ معاشرتی زندگی کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر اُنھوں نے بات نہ کی ہو اور جو اُن کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ پیروڈی مزاح نگاری کا ایک بہترین اور کامیاب حربہ ہے۔ کرنل مسعود نے اس حربے کو بڑی کامیابی سے برتا ہے اور بہت سے مشہور شعرا کے اشعار کی پیروڈی اس انداز سے کی ہے کہ تحریر میں لطف پیدا ہو گیا ہے اور معنی میں پیروڈی کیے ہوئے اشعار سے وسعت کے ساتھ ساتھ شگفتگی کا عنصر بھی غالب نظر آنے لگا ہے۔ ٹی وی پروگراموں پر طنز کرنا بھی ان کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ بہت سارے لوگ جنھیں یہ زعم ہوتا ہے کہ وہ بہت کچھ جاننے میں ایک ہال میں جمع ہو جاتے ہیں۔ سٹیج پر جناب قریش پور صاحب ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ دو کنیزیں۔ پروگرام کا مقصد لوگوں کی معلومات کا امتحان لیتا ہے، اگرچہ حقیقت میں یہ لوگوں کی جہالت کا امتحان ثابت ہوتا ہے۔ شیشے کا گھر اس کا نام غالباً اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں قوم کے مبلغ علم کو گویا شیشہ (آئینہ) دکھایا جاتا ہے ورنہ ذہنی آزمائش کے پروگرام کو ''شیشے کا گھر'' کہنے کا اور کیا جواز ہے۔ مختلف شعرا کے اشعار کی پیروڈی اس طرح کی ہے:

ہمارے گھر کی دیواروں پہ ناصر
جہالت پاؤں پھیلائے پڑی ہے(۱۳)

☆......☆......☆

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مشاعرہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا(۱۴)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
اس کو یہ ہر آن، ہر دن، ہر گھڑی دہرائے گا

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہیں جس کو خیال اِک بند دروازہ بدلنے کا(۱۵)

مرزا غالب کے شعر کی پیروڈی کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

قاصد کے سوتے سوتے خط اِک اور لکھ رکھوں
معلوم ہے جو خط پہ گزرتی ہے ڈاک میں(۱۶)

مختصر یہ کہ مسعود احمد اردو ادب میں ایک منفرد مقام و مرتبے کے مالک ہیں ۔ وہ زندگی کی تلخیوں کے جام خوش ہو کر چڑھانے کے عادی ہیں اور انھیں جس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وہ اس قدر ہی زندگی کو قہقہوں میں اڑاتے نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مسعود احمد، قلم اور کوڑے، کراچی: نیشنل فورم، ۱۹۷۹ء، ص:۳
۲۔ ایضاً، ص:۳
۳۔ ایضاً، ص:۳
۴۔ ایضاً، ص:۳۰
۵۔ ایضاً، ص:۱۶۲
۶۔ ایضاً، ص:۸۳
۷۔ ایضاً، ص:۸۳
۸۔ ایضاً، ص:۷۸
۹۔ ایضاً، ص:۲۶۶
۱۰۔ ایضاً، ص:۱۹۱
۱۱۔ ایضاً، ص:۱۹۲
۱۲۔ ایضاً، ص:۱۷۵
۱۳۔ ایضاً، ص:۱۵۸
۱۴۔ ایضاً، ص:۱۶۱
۱۵۔ ایضاً، ص:۲۷۳
۱۶۔ ایضاً، ص:۲۸۰

☆......☆......☆